فلسفه وعرفان:

# تصوف پر ویدانتی توحیدیت کے اثرات

پروفیسر سید جعفر رضا
الہ آباد یونیورسٹی، الہ آباد

تصوف ایک ایسا موضوع ہے جس کے بارے میں نامور علماء ومشاہیر علم وادب کی گرانقدر تصانیف کا بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے لیکن علما کے متضاد بیانات کی وجہ سے اس کی افادیت میں غیر معمولی کمی واقع ہوگئی لیکن صوفیاء کرام نے اسلام کی تبلیغ واشاعت اور اس کے انسان دوستی پر مشتمل پیغام کو مقبولیت عام کی منزل تک پہونچانے میں جو نمایاں خدمات انجام دی ہیں انہیں فراموش نہیں کیا جاسکتا ہے۔

بہر حال تصوف اس عظیم عالمی انسانی تحریک کا نام ہے جس کو ملکوں کی جغرافیائی حدود یا لسانی دائرہ میں محدود نہیں کیا جاسکتا ہے۔ اور تاریخی اسناد و مدارک کی روشنی میں یہ بات پایۂ ثبوت کو پہونچ چکی ہے کہ ہندوستان میں اسلام کی آمد سے قبل ویدانتی تصوف موجود تھا۔ ذیل میں استاد محترم پروفیسر جعفر رضا کا وہ مقالہ حاضر خدمت ہے جس کو موصوف نے خانہ فرہنگ جمہوری اسلامی ایران اور جامعہ ملیہ اسلامیہ کے تعاون سے منعقد کئے گئے سیمینار میں پیش کیا تھا۔

اخوند ملاصدراؒ (م: ۱۰۵۰ھ/ ۱۶۴۰ء) جن کو صدر المتألہین بھی کہتے ہیں، اسلامی تاریخ میں دور اخیر کے سب سے بڑے اسلامی حکیم اور اسلامی فلسفہ کے مجدد قرار دئے جاتے ہیں۔ انہوں نے قرآن واحادیث اور اقوال ائمہ اہل بیت کی اساس پر کو قائم کیا اور اس کی اصول عرفانیت سے مطابقت پیدا کی۔ ملاصدراؒ نے حرکت جوہری، تجرد قوت خیالی، اتحاد عاقل ومعقول وغیرہ اور فلاطونی فلسفہ اثبات مثل کے علاوہ وحدت الوجودی افکار وتصورات کی اصالت ووحدت اور مراتب

وجود کو فلسفہ وحکمت کا جزو بنایا۔ اس کے تصور مراتب وجود اور شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ (م ۶۳۸ھ/ ۱۲۴۰) کے تصورات تنزلات وجود میں بڑی ہم آہنگی ہے۔ اس طرح ملا صدراؒ کے افکار وتصورات پر وحدت الوجودی اثرات واضح ہیں۔ اس کے دیگر اہم ترین محرکات میں صدر الدین محمد اسحق قونیویؒ (م: ۶۷۲ھ/ ۱۲۷۴ء) کے خیالات کو کلیدی اہمیت حاصل ہے وہ اصلاً ایرانی تھے۔ ایشائے کوچک میں بودوباش اختیار کرلی تھی۔ ان کا حلقۂ اثر اہل تسنن سے اہل تشیع تک پھیلا ہوا تھا۔ قونیویؒ نے دل وجان سے ابن عربیؒ کے افکار وتصورات کو پھیلایا۔ اس دور مین قونیویؒ کے ہم مشرب شعراء میں عمر بن الفارض مصری (م: ۶۳۲ھ ۱۲۳۴ء) اور مولانا جلال الدین رومی (م: ۶۷۲ھ ۱۲۷۳ء) بھی ابن عربی سے متاثر ہوئے۔ رومیؒ کی مثنوی کو'فتوحات در فارسی' کہا جاتا ہے۔ مولانا رومی قطب الدین شیرازی (م: ۷۱۰ھ/ ۱۳۱۰ء) کے استاد تھے۔ شیرازی اور خواجہ طوسیؒ (م: ۶۷۲ھ/ ۱۲۷۴) کے درمیان خط و کتابت رہتی تھی ۔ دونوں اورایک دوسرے کے معترف ومداح تھے۔ اس طرح خواجہ طوسیؒ بھی ابن عربیؒ سے متاثر ہوئے۔ دیگر شیعی شارحین ومحققین میں ابن ترکہ' 'سید حیدر عاملیؒ اور ابن جمہور اہم ہیں۔ ان کی بدولت ابن عربی کے افکار وتصورات شیعی فکریات میں شامل ہوئے۔

ملاصدراؒ وجود کو واحد اور اصل حقیقت قرار دیتے ہیں جس کی تنزل لاتی قوت اور صنعت میں فرق کرتے ہیں ۔علوم عقلی میں ملاصدراؒ کی کتاب الاسفار الاربعۃ کو بس سے زیادہ شہرت حاصل ہے۔ اس کے دیباچہ میں انہوں نے لکھاہے۔''عارفین اور اولیاء کی راہ پر جو چلے ہیں، ان کے چار سفر ہیں۔ پہلا سفر وہ مخلوقات سے شروع ہوتا ہے۔ دوسرا سفر وہ ہے جو حق کے ساتھ حق مین ہوتا ہے۔ تیسرا سفر پہلے سفر کے مدمقابل ہوتا ہے کیونکہ اس میں حق کی طرف حق کے ساتھ سفر کیا جاتا ہے، اور چوتھا سفر دوسرے سفر کا ایک طریقے سے مدمقابل ہوتا ہے کیونکہ یہ سفر حق کے ساتھ خلق میں کیا جاتا ہے۔''

شیخ اکبر ابن عربیؒ کے نزدیک ذات باری تعالیٰ منزل عرفان میں مختلف مراتب سے گزر کر عالم ممکنات میں ظہور کرتی ہے۔ وحدت الوجودی انہیں چھ مراکز کو مراقبہ کے چند طریقوں سے متحرک کردیتا ہے۔ پھر ان رنگوں کی ظاہری کثرت وتعداد سے اساسی نور کا عرفان حاصل کیا جاتا ہے

۔ یہ اساسی نور بے رنگ ہے، جس سے ہر چیز نظر آتی ہے اور غیر مرئی بھی ہے۔ صوفیہ نور کے چھ مراکز سے اسمائے الٰہی اور دیگر پر اسرار کلمات کے ورد سے جسم کو حرکت کے متعین راستے پر ڈالتے ہیں، جس سے ان مراکز نور کا عرفان ہوتا ہے۔ یہی نور صوفی کے جسم کو منور کر دیتا ہے۔ 'کنڈیلینی یوگ' جسم انسانی کو چھ رنگوں کے مرکزوں میں تقسیم کیا کرتا ہے۔ 'کنڈیلینی' یعنی سانپ کا کنڈلی مار کر بیٹھنا، جو ناف کے قریب ہوتا ہے، اس کو بیدار کرتے ہیں۔ اس کے چھ مختلف مراحل کا احساس چھ رنگوں سے کیا جاتا ہے۔ جوں جوں کنڈیلینی جسم کے بالائی حصہ کی جانب چڑھتی جاتی ہے۔ روحانی قوت میں اضافہ کا احساس بڑھتا جاتا ہے، دنیاوی تعلقات کے رشتے ٹوٹنے لگتے ہیں۔ اسی منزل پر کنڈیلینی کو جامد کر دینا اصل ریاضت ہے۔ یہی منزل نجات ہے۔

شنکر کے 'ادویت واد' سے وحدت الوجودی تصورات کی ہم آہنگی کا سلسلہ شیخ اکبر سے قبل سے شروع ہو چکا تھا۔ ان کے بعض مباحث میں بڑی یکسانیت ہے۔ شنکر کے مطابق خارجی عالم واقعی حقیقی وجود نہیں رکھتا بلکہ التباس محض ہے جس کی ہستی علم حاصل ہونے تک محدود ہے۔ علم سے یہ دھوکا کھل جاتا ہے اور معلوم ہو جاتا ہے کہ حقیقت ذات واحد کا نام ہے، کائنات فقط وہم گمان ہے۔ یہی وجودی وحدت ثنویت اور دوئی کے شائبہ کے بغیر شنکر کا 'ادویت واد' ہے۔ یہی تصور باریک سا نقاب ڈال کر شیخ اکبر ابن عربی کے نظریہ 'وحدت الوجود میں نظر آتا ہے۔ یہ نقاب ہے۔

## کائنات کے متعلق وحدت الوجودی تصور:

ابن عربی کائنات کو التباس نہیں قرار دیتے بلکہ التباس کی بنائے تعینات کہتے ہیں۔ اس دلچسپ موضوع پر تفصیلی گفتگو کی سردست گنجائش نہیں ہو سکتی۔ لیکن اتنا عرض کر دینا نامناسب نہ ہوگا کہ مختلف ادوار میں ایسی توضیحات پیش کی گئیں جو مصر و شام کے علاوہ ہندوستان میں بھی ہنوز مقبول ہیں پر ویدانتی توحیدیت کے اثرات نمایاں ہیں۔

'ویدانت' سنسکرت کے دو الفاظ 'وید' اور انت کا مجموعہ ہے۔ ویدوں کے آخری حصہ کو ویدانت کہتے ہیں۔ ویدی ادبیات کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ اس کا پہلا حصہ عمل سے متعلق ہے جس کو 'کرم کانڈ' کہتے ہیں، دوسرا حصہ علم سے متعلق ہے، جس کو 'گیان کانڈ' کہتے ہیں اور تیسرا

حصہ عبادات سے متعلق ہے، جس کو 'اپاسنا کانڈ' کہتے ہیں لیکن عام طور پر ویدی ادبیات میں 'براہمن' ہی کو 'کرم کانڈ' کہتے ہیں کیونکہ ان میں یگہ کا بیان ہے۔اپنشدوں کو 'گیان کانڈ' کہتے ہیں۔'انت' کے معانی ہیں۔ مراد، اصول ، داخلی مفہوم یابیان ۔ انشدوں کے مطابق دیوی دیوتا ، انسان، چرندوں پرند، جمادات ونباتات اور ہر خشک وترشی 'برہم' میں شامل ہے ۔ یہی 'ویدانت' کا اساسی نظریہ ہے۔ بعد کے ادوار میں 'ویدانت' سے ہندوفلسفہ کا ایک مخصوص فرقہ مراد لیا جانے لگا ، جو اپنشدوں کی بنیاد پر محض 'برہم' کے صاحب اختیار ہونے کا قائل ہوتا ہے۔بعض اصولی مباحث میں باہمی اختلاف کی بنا پر ان کے کئی مسالک بن گئے...'ادویت واد' 'وششٹ دویت' اور شدھ ادویت' وغیرہ ۔ صوفیہ کے حوالے سے خاص طور پر ادویت واد کا ذکر کیا جاسکتا ہے جو وحدت الوجود کا ہندوروپ ہے۔ ہندو فلسفہ میں 'ادویت' تلاش حق کا فلسفہ ہے۔ جو فلسفی حق کی وحدانیت کے قائل ہیں ''اکتوادی' کہلاتے ہیں اور جو حق کی کثرت کے قائل ہیں، ان کو 'انیکتا وادی' کہتے ہیں۔ ادویت وادی' کہتے ہیں کہ حق وحدت ہے، نہ کثرت ۔ وہ حق کو عدد یا اعداد میں محدود کرنے کے خلاف ہیں۔'ادویت وادیوں' کے کئی فرقے ہیں،جن میں 'شنکر آچاریہ' کے مسلک کو خصوصی مقبولیت ہوئی۔شنکر کا 'ادویت واد' رامانوج کے 'وششٹ دویت' اور بلبھ آچار کے 'اشد وادویت' سے کافی مختلف ہے۔

صوفیہ مختلف ادوار میں ان تینوں مسالک سے متاثر ہوتے رہے ہیں۔ خاص طور پر شنکر کے اثرات ابتدائی دور سے نظر آتے ہیں۔ تصوف پر 'ویدانتی توحید' کے اثرات تیسری صدی ہجری (نویں صدی عیسوی ) سے واضح ہیں ۔ جو کہ سنسکرت عربی میں تراجم ہوئے ۔ اس کی بہترین مثالیں 'فنا' اور 'بقا' کی اصطلاحیں ہیں جو اسی دور میں تصوف میں داخل ہوئیں۔''فنا' کی اصطلاحیں بالکل انہیں معنوں میں 'غیبت' اور حضور' اور قدرے ترمیم کے ساتھ 'جمع' اور تفرقہ' کے ذریعہ پیش کی گئیں۔ ان اصطلاحات سے تیسری صدی ہجری (نویں صدی عیسوی) سے قبل صوفیہ کے کان آشنا نہ تھے۔شیخ ابو سعد احمد بن عیسیٰ خراز نے فنا اور بقا کی اصطلاحیں،شیخ ابوعبد اللہ محمد بن شیرازی (م: ۳۷۱ھ/ ۹۸۱ء) نے ''غیبت' اور حضور' کی اصطلاحیں اور شیخ ابو العباس سیاری نے 'جمع ' اور تفرقہ' کی اصطلاحیں رائج کیں۔ ان میں شیخ ابو سعید خزاز کو اولیت حاصل ہے جنہوں نے پہلی بار ان اصطلاحات کو جاری کیا جو بعد میں صوفیہ کے بیان کشف وشہود کا عام حصہ بن گئے۔

سید علی ہجویری کا قول ہے کہ جب بندہ اپنے تمام متعلقات سے فانی ہوجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے جمال کے ساتھ باقی ہوجاتا ہے۔ اس کا مفہوم بقول شیخ ابوسعید خزاز یہ ہے کہ دنیا اور اس کے تمام متعلقات عارضی وفانی ہیں۔'بقا' کا مطلب یہ ہے کہ عقبیٰ اور جو کچھ خدا کے پاس ہے، وہی باقی ہے۔ انہوں نے شیخ ابراہیم شیبانی کا قول بھی نقل کیا ہے کہ 'فنا وبقا' کے علمی مراکز اخلاص اور توحید کا جاری و ساری ہونا اور بندگی میں درستی ہے۔ جو لوگ 'فنا' میں اس کے علاوہ کچھ اور مراد لیتے ہیں، وہ بے دین ہیں۔ شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے نزدیک فنائے مطلق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہستی سالک کی اپنی ہستی پر غالب ہوجائے۔ اس کی دو قسمیں ہین۔ فنائے ظاہر اور فنائے باطن۔ شیخ محی الدین ابن عربی نے 'فنا' کی سات قسمیں بیان کی ہیں۔ ان میں فنائے مخالف معاصی اور صفات حق وتعلقات وغیرہ شامل ہیں۔ شیخ بایزید بسطامیؒ کا قول ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے میری ہستی کو فنا کرکے بقا کا مقام عطا کیا تو میں نے اپنی خودی کا مشاہدہ کیا۔ اسی طرح 'غیبت' اور 'حضور' کے حوالہ سے یہ واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ شیخ ابوالفیض ذوالنون بن ابراہیم مصریؒ کا ایک مرید شیخ بایزید بسطامیؒ (م: ۲۳۴ھ ۸۴۸ یا ۸۷۴ء) کی زیارت کی غرض سے ان کی عبادت گاہ پر پہنچا اور دروازہ پر دستک دی۔ مکان کے اندر سے شیخ بایزید بسطامیؒ نے دریافت کیا۔ کون ہے اور کیا کام ہے؟ اس نے جواب دیا۔ شیخ بسطامی کی زیارت کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ انہوں نے جواب دیا؛ کون بایزید؟ کہاں رہتا ہے؟ مدت ہوئی، میں نے بھی اسکو تلاش کیا تھا وہ نہ ملا۔ مرید نے واپس آکر شیخ ذوالنون مصریؒ سے واقعہ بیان کیا۔ انہوں نے فرمایا، میرا بھائی بایزیدؒ خدا کی طرف جانے والوں میں شامل ہوگیا۔[۱]

تصوف پرویدانتی توحید کے اثرات شیخ بایزید بسطامیؒ کے حوالے سے تلاش کیے جاسکتے ہیں۔ شیخ موصوفؒ اور شیخ ابوسعید خرازؒ ہم عصر تھے۔ ان کے کشفی وشہودی مدارج بیان میں ہم آہنگی ہے۔ دونوں بزرگ ایک دوسرے کے شہود کی تائید وتوثیق کرتے ہیں۔ طیفوری صوفیہ کہتے ہیں کہ جب تک اپنے آپ سے رہائی نصیب نہیں ہوگی، اس کو نہیں پاؤ گے۔ مقدم کون ہے، وہ جانے! انھیں الفاظ میں خرازی صوفیہ کہتے ہیں کہ جب تک اس کو نہیں پالو گے، اپنے سے رہائی نہیں ہوگی۔ ان دونوں میں مقدم کون ہے۔ یہ دو جانے۔۹ ان مین شیخ بایزید بسطامیؒ کو بہ اعتبار قامت اور بہ اعتبار حلقۂ اثر دونوں حیثیتوں سے تقدیم وترجیح حاصل ہے غالباً تصوف پرویدانتی توحیدیت کے

اثرات انہیں کے ذریعہ وارد ہوئے ہوں گے اور بعد میں تصوف میں کشف وشہود کا عام حصہ بن گئے۔ شیخ بایزید بسطامی پرویدانتی توحیدیت کے اثرات وتمثیلات واضح ہیں۔ان کا بیان ہے ستر زنار کھولنے کے باوجود ایک زنار میری کمر میں باقی رہ گیا۔[۲] شیخ بایزید بسطامیؒ بیان کیا ہے کہ اللہ تعالی نے کہا۔ ابو یزید، میری مخلوق تجھے دیکھنا چاہتی ہے۔ میں نے کہا۔ اپنی وحدانیت سے مجھے زینت بخشیے اپنی انانیت کا لباس عطا کیجئے اور اپنی احدیت تک بلند کردیجئے تاکہ آپ کی مخلوق مجھے دیکھ کر کہہ اٹھے کہ ہم نے تجھے دیکھا۔تو وہاں ہونہ ہو۔ [۳] اس بیان میں 'برہم' اور 'آتما' کے ویدانتی تصورات تمثیلی ورمزیہ پیرایہ میں بیان کیے گئے ہیں۔ ایک اور مثال ملاحظہ ہو: سانپ کا کینچلی سے نکل جانا ویدانتی تمثیل ہے۔'اپنشد برہدرینک' مین جسم وروح کا رشتہ اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ گویا پہاڑی کے باہر سانپ کی کینچلی اتری پڑی ہوتی ہے۔اسی طرح جسم بے جان پڑا رہتا ہے۔غیر مادی فانی روح تو درحقیقت 'برہم' ہے یا نورحقیقی شیخ بسطامی کا قول ہے کہ میں اپنے آپ سے اس طرح نکل گیا جس طرح سانپ اپنی کینچلی سے نکل جاتا ہے۔ پھر میں نے اپنے آپ کومحسوس کیا کہ میں ہی وہ ہوں۔ [۴] شیخ فرید الدین عطارؒ (م: ۶۷۷ھ ۱۲۷۸ء) نے شیخ بسطامیؒ کے کشفی شہود انھیں کی زبانی نقل کیے ہیں درگاہ بے نیابت کی سیر کے متعلق لکھتے ہیں کہ درگاہ وحدانیت سے سیر کی ابتدا ہوئی، میں فضائے احدیت میں دس برس تک پرواز کرتا رہا۔ پھر تیس برس تک فضائے الوہیت میں اڑتا رہا۔ اس کے بعد تیس سال تک فضائے یکتائیت میں پرواز کیا۔ اس طرح نوے سال مکمل کیے۔ اس وقت میں نے بایزید کو دیکھا اور محسوس کیا کہ جو منظر نظروں سے گزرا ہے، وہ بایزید ہی نے دیکھا ہے۔ پھر چار ہزار مراتب طے کرنے کے بعد کمال اولیاء کے درجہ تک پہنچا اور خود کو نبوت کے ابتدائی درجہ میں دیکھا تو تصور کیا کہ شاید اتنا عظیم مرتبہ کسی کو بھی حاصل نہیں ہوا۔ حتیٰ کہ فضائے عقل میں پہنچا تو دیکھا کہ میرا سر ایک نبی کے قدموں کے نیچے ہے۔ اس سے مجھے محسوس ہوا کہ ولایت کی انتہا نبوت کی ابتدا ہوتی ہے لیکن نبوت کی کوئی انتہا نہیں ہوتی [۵] اس بیان سے شنکر کے مطابق خارجی علائم میں واقعی وحقیقی وجود کا ہونا بلکہ التباس محض ہونا ثابت ہے۔ شنکر کے تصور کا دوسرا جزو کہ التباس کی ہستی علم حاصل ہونے تک محدود ہے، اس کی تائید بھی ہوتی ہے۔

شیخ بسطامیؒ کے استاذ شیخ ابوعلی سندھی کا قول ہے کہ پہلے میں ایک ایسے حال میں تھا کہ وہ

میری ذات سے متعلق تھا، پر ایک ایسے حال میں آ گیا جو اس طرف سے تھا، اس سے متعلق تھا اور اس کا تھا [۳]۔ پہلی حالت وجود التباس کی ہے جو علم کے حصول سے قبل تھی ۔ دوسری حالت میں حصول علم کے بعد التباس کا پردہ اٹھ جانے سے متعلق ہے۔ یہ صاف صاف شنکر کے وجود ہی توحید کا بیان ہے۔ شیخ ابو علیؒ نومسلم سندھی صوفی تھے۔ شیخ بسطامیؒ شیخ ابوعلیؒ سندھی کی صحبت میں رہے۔ مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ کا بیان ہے کہ شیخ ابوعلی شیخ بسطامیؒ سے سورہ الحمد اور سورہ قل ھو اللہ سیکھتے تھے اور وہ انہیں علم فنا اور توحیدی کی تعلیم دیتے تھے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ انہوں نے شیخ ابوعلیؒ سندھی سے جس علم فنا اور توحید کی تعلیم حاصل کی، اس کے ویدانت نزدہ ہونے سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ ڈاکٹر سید اعجاز حسین نے بھگتی تحریک کے معنوی پہلوؤں کی روشنی میں صحیح نتائج برآمد کیے ہیں۔ وہ کہتے ہیں۔: ’’ بھگتی تحریک کا منشا یہ ہے کہ سالک ریاض ومحبت کر کے اس بہترین ہستی سے واصل ہوجائے جس کو خدا کہتے ہیں۔‘‘

جو کچھ ہم نے بیان کیا اس سے یہ نتیجہ نکالنا، سراسر غلط ور تعصب پر مبنی ہوگا کہ وحدت الوجود کا فلسفہ غیر اسلامی عناصر کا ملغوبہ ہے۔ حقیقت بس اتنی ہے کہ نظریہ وحدت الوجود پر ویدانتی یا دیگر غیر اسلامی تصورات کے اثرات مختلف ادوار میں متنوع انداز میں مرتب ہوتے رہے ہیں، جن کو بعض صوفیاء نے اپنی تعلیمات کو وسیع تر تناظر میں رکھتے ہوئے، اپنے طور پر اسلامی رنگ وآہنگ عطا کر کے پیش کیا۔

## حوالے:


۱۔ 1.Mohammad Iqbal: The Development of Metaphysics in Persia
فلسفہ عجم، (اردو ترجمہ: میر حسن الدین) صفحات ۶۶ ۔ ۱۴۷، حیدرآباد، ۱۹۵۶ء)

۲۔ ملاصدرا: الاسلفار الاربعۃ (اردو ترجمہ: مناظر احسن گیلانی) ج ۱، صفحہ ۲۳

۳۔ شیام سندرداس: ہندی شبد ساگر (ہندی) بھاگ ۲، ص ۹۶۵۔


☆☆☆☆